OPEN ACCESS
Al-Idrak Research Journal
Vol: 1, No 1, Jan-Jun, 2025
ISSN (Online): 2789-3227
ISSN (Print): 2789-3235
www.alidrakresearchjournal.c

اقتصادیات اسلامیہ کے اسرار و حکم کی عصری معنویت اور جدید مواقف و نظریات سے تقابلی مطالعہ

The Basic Philosophy of Islamic Economics: A Special Study in the Context of Contemporary Era

Noreen Tahir
PhD. Scholar, Department of Islamic Studies,
University of Engeneering and Technology, Lahore
Dr. Munshid Falih Wadi
PhD, University of Diyala, Iraq.

Abstract

The foundations of Islamic economics lie in the system of moral and ethical teaching presented in the Islamic faith and oriented to the concord of economic life with spiritual and social well-being of people and society. This study looks at the elementary Islam philosophy of economics and throws light on its distinctive principles in respect to the contemporary period. Unlike the classical economic systems whose major driving force is maximization of profits and materialistic gains, in Islamic economics moral aspects, social justice and equitable distribution of wealth are involved. Halal (permissible) and Haram (prohibited) are the key thoughts of this philosophy that provide severe guidelines of how legal economic practice has to be pursued. The boundary between Halal and Haram renders the economic exchange to be Shariah compliant and steers clear of the predatory economic dealings such as usury (Riba), gambling (Maisir) and insecurity (Gharar). This system promotes ethical investments, risk-sharing and circulation of wealth through the power of Zakat and Waqf among others that will minimise poverty and social cohesion. The changes within the financial system, the high pace of globalization, and technological innovations are the features of the modern world, which are regarded as the primary threats to and opportunities of the introduction of the Islamic economic principles. The research represents a critical reflection of how the major principles of the Islamic economics may be adapted to address the modern socio-economic issues like a sustainable development, financial inclusion and ethical finance. The research reinstates the relevance of the application of the Halal and Haram in the economic decision-making process and consequently, the Islamic economics can offer an alternative paradigm capturing the balance between material wealth and moral duty and thereby, an egalitarian, just and sustainable socio-economical order in the increasingly complex world we live in.

***Keywords**: Islamic Economics, Halal and Haram, Shariah Compliant, Socio-economic, Ethical Finance*

تعارفِ موضوع

Copyright: © The Authors.
This is an open access work licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License (CC BY 4.0).

اسلامی معیشت ایک ایسا جامع اور ہمہ گیر نظام ہے جو محض مادی منفعت یا منڈی کی منطق تک محدود نہیں، بلکہ اپنے دامن میں روحانی بالیدگی، اخلاقی تطہیر اور معاشرتی عدل کے اصولوں کو سموئے ہوئے ہے۔ یہ نظام انسانی ضروریات کو محض عددی اشاریوں سے نہیں ناپتا بلکہ انسان کو ایک مکرم مخلوق کے طور پر دیکھتا ہے، جس کی معاشی سرگرمیاں اس کے دینی، اخلاقی اور سماجی فرائض سے جدا نہیں۔ یہی وہ امتیاز ہے جو اسلامی معیشت کو سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظاموں سے منفرد بناتا ہے، جہاں ایک میں نفع پرستی کی انتہا اور دوسرے میں فرد کی نفی کو مرکز بنایا گیا، وہیں اسلام نے اعتدال، توازن، اور اخلاقی احتساب کو اساس قرار دیا۔ اسلامی معیشت کا بنیادی فلسفہ "ضرر سے بچاؤ اور نفعِ عام کی فراہمی" پر استوار ہے۔ قرآن و سنت کی تعلیمات نہ صرف حرام ذرائع سے باز رہنے کی تلقین کرتی ہیں بلکہ حلال رزق کو عبادت کا درجہ دے کر انسانی زندگی کے ہر گوشے میں طہارت، عدل اور خیر کی روح پھونکتی ہیں۔ یہ نظام فرد اور معاشرے کے درمیان نہ ٹکراؤ پیدا کرتا ہے اور نہ ہی کسی ایک کو دوسرے پر قربان کرتا ہے، بلکہ باہمی توازن، شفافیت، اور ذمہ داری کے اصولوں کو مرکزی اہمیت دیتا ہے۔ عصر حاضر میں جب معاشی استحصال، ارتکازِ دولت، اخلاقی زوال، اور منافع کی اندھی دوڑ نے انسانیت کو بحران سے دوچار کیا ہے، تو اسلامی معیشت کی اصولی رہنمائی ایک ایسا متبادل پیش کرتی ہے جو نہ صرف اخلاقی بنیادوں پر قائم ہے بلکہ اپنی عملی افادیت کے اعتبار سے بھی دنیا کے لیے نجات دہندہ بن سکتی ہے۔ یہی وہ وقت ہے کہ ہم اسلامی معاشیات کے ان اصولوں کو عصری سیاق و سباق میں از سرِ نو متحرک کریں، تاکہ انسانیت کو معاشی جبر، عدم مساوات اور روحانی قحط سے نجات دلائی جا سکے۔

مبحث اول: اسلامی معاشیات کا نظریاتی پس منظر اور بنیادی فلسفہ

فکری و تمدنی ارتقاء کی تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کسی معاشرے کی معیشت نظریاتی اساس سے خالی ہوئی، وہ سرمایہ پرستی، استحصال اور عدم مساوات کے گرداب میں جا پھنسا۔ معاشیات اگرچہ بظاہر ظاہری لین دین، پیداواری عوامل، دولت کی تقسیم اور وسائل کے بہاؤ سے متعلق ہے، لیکن درحقیقت یہ ایک عمیق تر اقداری نظام کا مظہر بھی ہے۔ اسلام نے معاشیات کو محض مادی سطح پر نہیں چھوڑا، بلکہ اس کے بنیادی فلسفے میں روحانیت، اخلاقیات اور عدل اجتماعی کو اس طرح پرو دیا ہے کہ حلال و حرام کی تمیز، دیانت و امانت کی پابندی، اور رفاہ عامہ کا شعور ہر اقتصادی سرگرمی کی روح بن جاتا ہے۔

قرآن کریم کی تعلیمات معاشی اصولوں کو محض چند سوداگرانہ قواعد کی فہرست کے طور پر پیش نہیں کرتیں، بلکہ وہ انسانی نفس، معاشرتی توازن اور اقتصادی عدل کے تناظر میں اخلاقی ضوابط کو بنیاد بناتی ہیں:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ"[1]

"اے لوگو! زمین میں جو کچھ حلال اور پاکیزہ ہے، اس میں سے کھاؤ، اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔"

اس آیت میں معاشی سرگرمی کی اساس کو حلال اور طیب قرار دے کر انسانی معیشت کو ایسی روحانی طہارت سے ہمکنار کیا گیا ہے جو محض مادی فراوانی سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ پاکیزہ روزی نہ صرف فرد کی روحانی بالیدگی کا ذریعہ بنتی ہے بلکہ وہ معاشرتی باہم اعتمادی اور عدل کا ضامن بھی ہے۔

اسی معاشی اخلاقیات کا اظہار نبی کریم ﷺ کی اس روایت میں ہوتا ہے:

"إن الله طيب لا يقبل إلا طيبا[2]"

"بے شک اللہ پاک ہے اور صرف پاکیزہ (چیز) کو ہی قبول فرماتا ہے۔"

یہ روایت انسانی کمائی، خرچ، صدقہ اور ہر طرح کے معاشی لین دین کو اعلیٰ روحانی معیار پر پرکھتی ہے۔ یہاں محض قانونی حیثیت نہیں بلکہ اخلاقی تطہیر اور نیت کی پاکیزگی بھی مطلوب ہے۔

معاشیات میں عدل اور فلاح کی اہمیت کو مولانا مودودی نے بڑے بلیغ انداز میں یوں بیان کیا ہے:

Islam does not regard wealth as an end in itself. Rather, it is a means to establish justice and social welfare."3

"اسلام دولت کو بذاتِ خود مقصد نہیں مانتا، بلکہ اسے عدل و فلاح کے قیام کا وسیلہ سمجھتا ہے۔"

یہ نظریہ ایک ایسے اقتصادی ڈھانچے کی نشان دہی کرتا ہے جس میں دولت کی حیثیت محض ذاتی جمع اندوزی کی نہیں، بلکہ یہ ایک ذمہ داری ہے جو معاشرے کے تمام طبقات کی فلاح سے مشروط ہے۔ یہی وہ فرق ہے جو سرمایہ دارانہ حرص اور اسلامی قناعت و عدل کے مابین تہذیبی و فکری بنیادوں پر قائم ہوتا ہے۔

امام غزالی نے بھی معاشی نظام میں اخلاقی اصولوں کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا:

"الدين أساس والمال حارس، فما لا أساس له فمهدوم، وما لا حارس له فضائع4".

"دین بنیاد ہے اور مال اس کا محافظ؛ جو بنیاد کے بغیر ہو وہ منہدم ہے، اور جو محافظ کے بغیر ہو وہ ضائع ہے۔"

یہ قول واضح کرتا ہے کہ دین اور معیشت کا رشتہ باہم مربوط اور ایک دوسرے کا تکملہ ہے۔ جب معیشت کو دینی اقدار سے جدا کیا جائے تو نہ صرف نظامِ معیشت بگڑتا ہے، بلکہ انسانی معاشرہ بھی ظلم، استحصال اور بحرانوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

عصر حاضر کے معاشی بحران، جیسے کہ سودی نظام کی تباہ کاری، کرپشن، دولت کا ارتکاز، اور عالمی عدم مساوات، ان تمام کا تجزیہ اسلامی اصولوں کی روشنی میں کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اصل مسئلہ صرف وسائل کی قلت نہیں بلکہ اخلاقی دیوالیہ پن اور عدل کے فقدان کا ہے۔ علامہ اقبال کے الفاظ میں:

"سرمایہ داری ایک نظام نہیں، ایک استحصال ہے جسے انسان نے تقدیر سمجھ لیا ہے[5]"

اسلامی فلسفہ معیشت اس تقدیر کو توڑتا ہے، اور اس کے بجائے انسان کو نفع عام، عدل اجتماعی اور روحانی خیر کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

شیخ محمد الغزالی نے فرمایا:

"الإسلام يجعل الغاية من المال هي السعي إلى مرضاة الله وخدمة الناس[6]".

"اسلام دولت کی غایت کو اللہ کی رضا اور انسانیت کی خدمت قرار دیتا ہے۔"

یہ زاویۂ نظر جدید معاشیات کے اس عمومی تصور کے برعکس ہے جس میں دولت کا حصول ہی سب کچھ ہے، چاہے وہ کسی بھی ذریعہ سے حاصل ہو۔ اسلامی معیشت کا بنیادی فلسفہ یہ نہیں کہ صرف نفع ہو بلکہ ایسا نفع ہو جو دوسروں کے نقصان پر مبنی نہ ہو۔ اس کا مقصد ایسا معاشرہ تشکیل دینا ہے جس میں نہ صرف فرد کا فائدہ ہو بلکہ اجتماعی بہبود کو یقینی بنایا جا سکے۔ قرآن نے جہاں "حلال و طیب" کو ضروری قرار دیا ہے، وہیں یہ بھی فرمایا ہے:

"كَيۡ لَا يَكُونَ دُولَةَۢ بَيۡنَ ٱلۡأَغۡنِيَآءِ مِنكُمۡ"

)الحشر:7(

"تاکہ دولت تمہارے مالداروں کے درمیان گردش نہ کرتی رہے۔"

یہ بیان جدید ترین اکنامک تھیوریز، خاص طور پر "trickledown economics" کے خلاف ایک اصولی مزاحمت ہے۔ اسلامی تعلیمات میں دولت کی گردش کو اجتماعی توازن، معاشرتی اشتراک، اور معاشی عدل کے اصولوں پر قائم کیا گیا ہے۔

مبحث دوم: حلال رزق کی ترغیب اور پاکیزہ معاش کی تاکید

زمانے کی گردشوں میں انسانی معیشت کے لیے رہنما اصول ہمیشہ سے مطلوب رہے ہیں، مگر وہ نظام جو اخلاقیات کے جوہر سے خالی ہو، وہ ظاہری ترقی کے باوجود باطنی فقر، روحانی قحط اور معاشرتی بے اعتمادی کا شکار ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم اور تعلیماتِ نبویؐ نے رزقِ حلال کو محض اقتصادی موضوع نہیں بلکہ ایمانی و اخلاقی حیثیت عطا کی ہے۔ انسانی شخصیت کی تطہیر، باطن کی جِلا، اور معاشرے کے استحکام کا مدار اسی ایک اصول پر قائم ہوتا ہے کہ انسان جو کھاتا ہے، وہ پاک ہو، جائز ہو، اور شفاف ذرائع سے حاصل شدہ ہو۔

قرآن مجید نے حلال طیب کے تصور کو کئی مقامات پر دہرایا ہے، جس سے اس کی ہمہ گیری اور مرکزیت واضح ہوتی ہے:

"يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ[7]"

"اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ، اور نیک عمل کرو، بے شک میں تمہارے اعمال سے باخبر ہوں۔"

یہاں خطاب صرف انبیاء کرامؑ کو نہیں بلکہ اس آیت کے ذریعے پوری امت کے لیے اشارہ ہے کہ پاک غذا ہی صالح اعمال کی بنیاد ہے۔ جیسے بدن کی صحت غذا سے ہے، ویسے ہی اعمال کی صحت بھی حلال سے ہے۔ عمل کی قبولیت کے لیے طعام کی طہارت شرطِ اوّل ہے۔

نبی کریم ﷺ نے بھی حلال کمائی کی فضیلت کو بلند ترین روحانی مقام سے جوڑ دیا ہے۔ ایک موقع پر فرمایا:

"طلب الحلال فريضة بعد الفريضة[8]"

"حلال روزی کی تلاش ہر فرض کے بعد ایک اور فرض ہے۔"

یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ دین صرف نماز، روزے یا دیگر ظاہری عبادات تک محدود نہیں، بلکہ کسبِ حلال بھی ایک طرح کی عبادت ہے، جو انسان کو اللہ سے جوڑتی ہے اور اس کے وجود کو طیب بناتی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے کہ "إن أطيبَ ما يكسبُ الرجلُ من عملِ يدِه — "سب سے پاکیزہ کمائی وہ ہے جو انسان اپنے ہاتھ سے حاصل کرے۔

اسی مفہوم کو ایک اور روایت میں اور بھی واضح کیا گیا ہے:

"ما أكل أحد طعامًا قط خيرًا من أن يأكل من عمل يده[9]"

"کسی شخص نے کبھی بھی ایسا کھانا نہیں کھایا جو اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر ہو۔"

یہ بات انسانی dignity اور self-sufficiency کو اسلامی تصورِ حیات کا مرکز قرار دیتی ہے۔ مزدوری، کاشتکاری، اور تجارت کو دین میں وہ رفعت حاصل ہے جو شاید دنیا کے کسی اور نظام میں نہیں۔ حلال کمائی کو محض دنیا کمانے کا ذریعہ نہ سمجھا جائے بلکہ یہ بھی ایک

مستقل بندگی ہے۔ حلال رزق کی روحانی اور معاشرتی اثر پذیری نہایت لطیف اور باریک ہے۔ ایک طرف یہ فرد کے دل میں سکون، روح میں استغنا، اور کردار میں راست بازی پیدا کرتا ہے، تو دوسری طرف یہ پورے معاشرے میں اعتماد، صداقت، اور تعاون کا ماحول تشکیل دیتا ہے۔ امام ابن القیمؒ نے رزقِ حلال کو "غذاء الروح والقلب "یعنی دل و روح کی غذا قرار دیا ہے۔ ان کے مطابق حرام مال سے نہ صرف عمل ضائع ہوتا ہے بلکہ دعا بھی رد ہو جاتی ہے۔

اس کا اثبات نبی کریم ﷺ کی مشہور حدیث سے ہوتا ہے:

"ثم ذكر الرجل يطيل السفر أشعث أغبر، يمد يديه إلى السماء: يا رب، يا رب، ومطعمه حرام، ومشربه حرام، وغذي بالحرام، فأنى يستجاب لذلك؟[10]"

" پھر آپ نے اس شخص کا ذکر فرمایا جو طویل سفر میں ہے، پراگندہ حال، گرد آلود، آسمان کی طرف ہاتھ پھیلائے کہتا ہے: اے رب، اے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام، اور غذا حرام ہے، تو ایسی دعا کیسے قبول ہو؟"

یہ حدیث محض دعا کی قبولیت کا پیمانہ نہیں، بلکہ وہ کسوٹی ہے جس پر پورے اقتصادی رویوں کو پرکھا جا سکتا ہے۔ اگر رزق حرام ہو تو عبادات بے اثر، دعائیں بے جان اور قلوب بے نور ہو جاتے ہیں۔

جدید معاشروں میں جہاں مالیاتی نظام بے روح، اور مارکیٹ محض نفع پر قائم ہے، وہاں حلال کمائی کا شعور اسلامی تہذیب کا انمول عطیہ ہے۔ اس کے اثرات نہ صرف فرد کے قلب و ضمیر پر ہوتے ہیں، بلکہ پورے سماج پر اعتماد، خیر خواہی، اور معاشی عدل کی فضا قائم ہوتی ہے۔

شیخ محمد متولی الشعراویؒ کا قول نہایت معنی خیز ہے:

"المال الحلال لا يبني فقط البيوت، بل يبني النفوس أيضاً[11]".

" حلال مال صرف عمارتیں نہیں بناتا بلکہ نفوس کو بھی تعمیر کرتا ہے۔"

یہی پاکیزگی جب معاشرتی سطح پر راسخ ہو جائے، تو تجارت میں دھوکہ، ملاوٹ، جھوٹ، رشوت، اور چور بازاری کی جگہ دیانت، امانت، انصاف اور فلاحِ عامہ لے لیتی ہے۔ پھر ایک ایسا نظام جنم لیتا ہے جہاں دولت کا احترام صرف اس وقت کیا جاتا ہے جب وہ حق کے ذریعہ سے آئی ہو۔

مبحث سوم: حرام ذرائع کی ممانعت اور اسلامی حدود

حرام ذرائع سے مال کے حصول کا مسئلہ محض ایک اخلاقی خلل نہیں بلکہ اسلامی تمدن کی روحانی اور معاشرتی بنیادوں کو متزلزل کرنے والا مہلک ناسور ہے۔ قرآن و سنت نے جن مقاصد شریعت (مقاصد الشریعہ) کو واضح کیا ہے، ان میں مال کی طہارت اور معاشی نظام کا عدل بنیادی ستون ہیں۔ حرام ذرائع جیسے سود، قمار، غرر، نجش اور دھوکہ دہی نہ صرف ذاتی اعمال کو آلودہ کرتے ہیں بلکہ پوری معیشت کو زہر آلود کر دیتے ہیں۔ ان کا سدِباب محض ایک فقہی تقاضا نہیں بلکہ تہذیبی بقا کی شرط ہے۔

قرآنِ مجید نے حرام تجارت، رشوت، غصب، اور ناجائز تصرف کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ"[12]

"اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ، مگر یہ کہ تجارت ہو باہمی رضامندی سے۔"

اس آیت میں "بِالْبَاطِلِ "کی جامع تعبیر میں سود، رشوت، قمار، غرر، اور ہر وہ صورت شامل ہے جس میں انصاف کا فقدان ہو اور فریقین میں سے کسی ایک کا استحصال ہو۔ تجارت کا جواز اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب اس کی بنیاد رضامندی، شفافیت، اور جائز منفعت پر ہو۔

سود کی حرمت ایک ایسا باب ہے جس پر قرآن نے جو اندازِ سخت اختیار کیا ہے، وہ بہت کم موضوعات پر دیکھا جاتا ہے۔ فرمایا:

"فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ"[13]

"تو پھر اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

یہ آیت سود کے خلاف وہ عدیم المثال اعلانِ جنگ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سود صرف معاشی بے انصافی نہیں بلکہ دینی غداری بھی ہے۔ امام رازیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ **"هذا تهديد لم يرد في معصية غير الربا"**، یعنی سود کی حرمت میں جو وعید آئی ہے، وہ کسی اور گناہ میں نہیں آئی۔[14]

نبی کریم ﷺ نے سودی کاروبار کے تمام فریقین پر لعنت فرمائی:

"لعن رسول الله ﷺ آكلَ الربا وموكلَهُ وكاتبَهُ وشاهديهِ، وقال هم سواءٌ"[15]

"رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، اس کو دینے والے، لکھنے والے اور گواہ بننے والے سب پر لعنت فرمائی اور فرمایا: یہ سب برابر ہیں۔"

یہ جامع روایت اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ سود کا معاملہ صرف قانونی نہیں بلکہ اخلاقی، روحانی اور تمدنی فساد کی جڑ ہے۔ دورِ حاضر کے ماہرِ معیشت Maurice Allais (نوبل انعام یافتہ) کا قول قابلِ توجہ ہے:

"Interest-based economies inherently lead to cyclical instability, wealth inequality, and moral erosion."16

"سود پر مبنی معیشتیں بنیادی طور پر مالیاتی عدم استحکام، دولت کی غیر منصفانہ تقسیم، اور اخلاقی زوال کا سبب بنتی ہیں۔"

اسلامی معیشت میں قمار اور جوا بھی ان حرمتوں میں شامل ہے جو فرد کو غیر اخلاقی اور غیر تعمیری رویوں کی طرف دھکیلتے ہیں۔ قرآنِ مجید نے اسے رجس یعنی ناپاکی قرار دیا:

"إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ"[17]

"بیشک شراب، جوا، بت، اور فال نکالنے والے تیر، یہ سب شیطانی عمل کی گندگی ہیں۔"

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ **"المَيْسِرُ هو كل ما يُؤخذ من غير عِوضٍ معلومٍ بطريقِ المخاطرة "**یعنی مَیسر (قمار) ہر اس ذریعے کو کہتے ہیں جس میں عوض نامعلوم ہو اور معاملہ مخاطرے پر مبنی ہو۔[18]

اسی ذیل میں معاملاتِ غرر(uncertainty) ، نجش(artificial inflation) ، اور دھوکہ دہی کو بھی رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ممنوع قرار دیا۔ فرمایا:

"نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع الغرر[19]"

"رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے غرر کی بیع سے منع فرمایا۔"

غرر کی بیع وہ ہوتی ہے جس میں چیز کی حقیقت، معیار یا وجود ہی غیر واضح ہو۔ یہ اصول آج کے derivatives اور speculative markets پر بھی صادق آتا ہے، جو غیر یقینی اور سوداگرانہ حرص کا مظہر ہیں۔

اسی طرح نجش کا عمل، یعنی کسی چیز کی قیمت کو مصنوعی طور پر بڑھانا، محض اخلاقی خرابی نہیں بلکہ بازار کی شفافیت پر حملہ ہے۔ نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

"من نجّش فإنّه آثمٌ[20]"

"جس نے نجش کیا وہ گناہگار ہے۔"

دھوکہ دہی کی ممانعت پر نبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا وہ مشہور فرمان قابلِ غور ہے جو آپ نے خراب کھجوریں چھپا کر بیچنے والے کو فرمایا:

"من غشنا فلیس منا[21]"

"جس نے ہمیں دھوکہ دیا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

ناجائز ذرائع سے مال کا حصول انسان کی فطرت میں خباثت، قلب میں ظلمت، اور کردار میں بے حسی کو جنم دیتا ہے۔ ابنِ تیمیہؒ نے کہا تھا کہ **"المکاسبُ المحرّمةُ تُظلِمُ القلبَ وتُمیتُ نورَ الإیمان** — "حرام کمائی دل کو سیاہ کر دیتی ہے اور ایمان کے نور کو بجھا دیتی ہے۔[22]

یہی مال جب فرد کی غذا بنتا ہے تو نہ فقط اس کی دعائیں بے اثر رہتی ہیں بلکہ اولاد اور نسلیں بھی بد اثری کا شکار ہوتی ہیں۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے:

"من نبتَ لحمُه من السُّحتِ فالنارُ أولى به[23]"

"جس کا گوشت حرام مال سے پلے، اس کا مقام جہنم ہے۔"

مبحث چہارم: اسلامی تجارت میں عدل، شفافیت اور ذمہ داری

اسلامی تعلیمات میں تجارت کو صرف منافع کمانے کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک اخلاقی فریضہ قرار دیا گیا ہے، جو عدل، دیانت، شفافیت، اور اجتماعی فلاح پر مبنی ہو۔ اگر تجارت میں عدل نہ ہو، دیانت کا فقدان ہو، اور فریقین کے حقوق پامال کیے جائیں، تو وہ تجارت شرعی لحاظ سے ناجائز اور معاشرتی اعتبار سے تباہ کن بن جاتی ہے۔

اسلامی شریعت میں بیع (خرید و فروخت) کا جو تصور پیش کیا گیا ہے، وہ محض لین دین کا معاہدہ نہیں، بلکہ **ایمان داری، شفافیت، اور خیر خواہی** پر مبنی ایک عبادت ہے۔ نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا فرمان ہے:

"التاجرُ الصدوقُ الأمینُ مع النبیّین والصدّیقین والشهداء[24]"

"سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا۔"

یہ حدیث اس بات کی علامت ہے کہ دیانت دار تاجر کا مرتبہ صرف دنیاوی نہیں بلکہ اخروی بھی بلند ہے۔ اسلامی اصول کے مطابق بیچنے والے پر لازم ہے کہ وہ عیب، معیار، مقدار، اور قیمت کی مکمل وضاحت کرے۔

اسلامی تجارتی نظام میں نفع اور نقصان کی تقسیم کو عدل و انصاف کی بنیاد سمجھا گیا ہے۔ قرآن مجید میں شراکت اور مضاربت جیسے عقود کے پس منظر میں اس اصول کی حفاظت کی گئی ہے۔ شراکت کے ہر فریق کو اتنا ہی نفع ملتا ہے جتنا وہ طے شدہ معاہدے کے مطابق حقدار ہو، اور نقصان کی ذمہ داری بھی اسی نسبت سے تقسیم کی جاتی ہے۔

امام ابن القیمؒ لکھتے ہیں:

"العدل في المعاملة أن لا يُحمّل أحد الشريكين تبعة الآخر ولا يأكل أحدهما الربح بلا جُهدٍ أو خطرٍ[25]"

"معاملات میں عدل یہ ہے کہ کسی ایک شریک پر دوسرے کا بوجھ نہ ڈالا جائے، اور کوئی فریق بغیر محنت یا خطرے کے نفع نہ لے۔"

3. فریقین کے حقوق و فرائض

اسلامی فقہ میں فریقین (بیچنے والا اور خریدار) کے حقوق و فرائض متعین اور متوازن ہیں۔ بیچنے والے پر لازم ہے کہ وہ مال کی مکمل تفصیل بیان کرے، نہ کہ چھپائے۔ خریدار پر لازم ہے کہ وہ مقررہ قیمت پر خوش دلی سے ادائیگی کرے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لا يحلّ لامرئٍ أن يبيعَ شيئًا إلا بيّنَ ما فيه، ولا يحلّ لامرئٍ أن يشتري شيئًا إلا وفّى ثمنه[26]"

"کسی کو جائز نہیں کہ وہ کوئی چیز بیچے مگر اس کی حالت کو واضح کرے، اور نہ کسی کو خریدنا جائز ہے مگر قیمت پوری دے۔"

یہ اصول تجارت میں اعتماد، خیر خواہی، اور سماجی استحکام کو یقینی بناتے ہیں۔

اسلامی معیشت میں شراکت (Mushārakah) اور مضاربت (Muḍārabah) جیسے معاہدے فریقین کو باہمی اعتماد، مشترکہ مفاد، اور خطرے کی منصفانہ تقسیم پر مبنی نظام فراہم کرتے ہیں۔

قرآن میں حضرت موسیٰؑ اور خضرؑ کی ملاقات کے ایک منظر میں **شراکت داری** کا ذکر ملتا ہے:

"أما السفينة فكانت لمساكينَ يعملونَ في البحرِ فأردتُ أن أعيبَها[27]"

معاصر اسلامی بینکاری میں ان اصولوں کو بنیاد بنا کر Islamic Venture Capital, Profit & Loss Sharing (PLS) جیسے ماڈلز تیار کیے گئے ہیں، جو سود سے پاک معیشت کا متبادل فراہم کرتے ہیں۔ اسلام ایسے منافع کی سخت مذمت کرتا ہے جو مصنوعی قلت، ذخیرہ اندوزی یا صارفین کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر حاصل کیا جائے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من احتكرَ طعامًا أربعينَ ليلةً فقد برئَ من اللهِ وبرئَ اللهُ منه[28]"

"جو شخص چالیس دن تک کھانے کو ذخیرہ کرے، وہ اللہ سے بری ہو گیا اور اللہ اس سے۔"

ذخیرہ اندوزی نہ صرف اخلاقی جرم ہے بلکہ معیشت کی سپلائی چین کو تباہ کرتا ہے، مہنگائی کو جنم دیتا ہے، اور غربا کو فاقوں پر مجبور کرتا ہے۔

اسلامی تجارت کا بنیادی تصور عدل، دیانت، شفافیت، اور سماجی ذمہ داری ہے۔ یہ محض کاروبار نہیں بلکہ ایمان، اخلاق، اور انسان دوستی کا ایک مظہر ہے۔ جب تاجر اپنے پیشے کو عبادت سمجھ کر عدل و انصاف سے کام لے تو نہ صرف دنیا سنورتی ہے بلکہ آخرت بھی سنورتی ہے۔

مبحث پنجم: دولت کی گردش، معاشی عدل اور فلاحی ریاست کا تصور

اسلامی معیشت میں دولت کو صرف اشرافیہ کے درمیان محدود کرنے کو سختی سے روکا گیا۔ قرآنِ مجید کی یہ آیت اسلامی اقتصادی تصور کی بنیاد فراہم کرتی ہے:

"كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةًۢ بَيْنَ ٱلْأَغْنِيَآءِ مِنكُمْ[29]"

"تاکہ وہ مال صرف تمہارے مالداروں کے درمیان ہی گردش نہ کرتا رہے۔"

یہ جزویہ صرف مالیاتی فلسفے کا نہیں بلکہ عمرانی و تہذیبی نظریے کا بھی نمائندہ ہے۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ "اگر دولت کی روانی صرف اغنیا کے ہاتھوں میں مقید ہو جائے تو فقراء کے حق تلف ہو جاتے ہیں، جس سے اجتماعی فساد جنم لیتا ہے"۔[30]

دولت کا دائرہ اگر جامد ہو جائے تو نہ صرف معاشی فقر جنم لیتا ہے بلکہ انسانی صلاحیتیں بھی ماند پڑ جاتی ہیں۔ اسلام میں سرمایہ ایک ایسا عامل ہے جس کے گرد فلاحی زندگی کا پہیہ گھومتا ہے، لیکن اسے جامد رکھنے کی اجازت نہیں دی گئی۔

"Wealth, if hoarded and not invested, becomes a cause of stagnation and decline of societies."31

"دولت اگر روک دی جائے اور اس کی گردش نہ ہو تو وہ معاشروں کی جمود اور زوال کا سبب بن جاتی ہے۔"

اسلام نے نہ صرف مال کی گردش کو لازم قرار دیا بلکہ اس کے تعطل کو معاشی انحطاط کی جڑ قرار دیا۔ اسی لیے تجارت، زراعت، اور صنعت کو معاشرتی فریضہ کہا گیا۔

اسلامی معیشت کے مخالفین میں احتکار، اجارہ داری اور دولت کا ارتکاز سرِفہرست ہیں۔ یہ وہ عناصر ہیں جو معیشت میں عدم توازن پیدا کرتے ہیں۔

قال رسول اللہ ﷺ:

"لا يحتكر إلا خاطئ[32]"

"ذخیرہ اندوزی صرف گناہ گار کرتا ہے۔"

علامہ ابن تیمیہ نے *Majmūʿ al-Fatāwā* میں اس حدیث کو اجارہ داری کے خلاف بنیادی دلیل قرار دیا اور فرمایا کہ "کسی ایک فرد یا طبقے کا بازار پر تسلط اسلامی اصولِ عدل کے منافی ہے[33]۔"

اسلامی فلاحی معیشت کا جوہر انفاقِ فی سبیل اللہ، زکوٰۃ اور صدقات کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ اقدامات نہ صرف انفرادی تزکیہ کا ذریعہ ہیں بلکہ اجتماعی مساوات کا ضامن بھی۔

"خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا[34]"

"ان کے مالوں سے صدقہ لے، تاکہ تو انہیں پاک کرے اور ان کا تزکیہ کرے۔"

علامہ قرطبی نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ "زکوٰۃ نہ صرف مالی صفائی ہے بلکہ سماجی غبار کو بھی دھوتی ہے[35]۔"

جدید ماہرِ اقتصادیات Muhammad Umer Chapra لکھتے ہیں:

> **"Zakah and voluntary charity act as automatic redistributive mechanisms in Islamic finance."36**

"زکوٰۃ اور خیرات اسلامی مالیات میں ازخود دولت کی تقسیم کے اصول کا کردار ادا کرتی ہیں۔"

اسلامی ریاست کا مقصد صرف نظم و نسق چلانا نہیں، بلکہ ایک ایسی فلاحی معیشت قائم کرنا ہے جہاں دولت کا بہاؤ منصفانہ ہو، اور محروم طبقات کے حقوق محفوظ ہوں۔

> **"The Islamic system is not neutral about economic justice; it is proactive in establishing it."37**

"اسلامی نظام اقتصادی عدل سے لاتعلق نہیں، بلکہ اسے قائم کرنے کے لیے فعال کردار ادا کرتا ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طرز حکومت، بیت المال کی تنظیم، اور معاشی کفالت کا نظام ایک مکمل فلاحی ریاست کی عملی تصویر تھا۔ وہ فرمایا

کرتے" :لو عثرت بغلةٌ في العراق لسُئل عنها عمر لما لم يسوّ لها الطريق[38]"

"اگر عراق میں ایک خچر بھی ٹھوکر کھائے تو عمر سے اس کے لیے راستہ ہموار نہ کرنے کا سوال کیا جائے گا۔"

یہ طرزِ فکر اسلامی ریاست کی حساسیت، ذمہ داری اور معیشت کی فلاحی جہت کو ظاہر کرتا ہے، جس کا نفاذ آج کے دور میں بھی ممکن ہے بشرطیکہ ہم سچے ارادے اور عدل پر مبنی حکمرانی کے ساتھ آگے بڑھیں۔

خلاصہ کلام

اسلامی معیشت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ دولت محدود ہاتھوں میں مقید نہ ہو، بلکہ پورے معاشرے میں عدل و توازن کے ساتھ گردش کرے تاکہ ہر فرد کو معاشی تحفظ، انسانی وقار، اور زندگی کی بنیادی سہولیات حاصل ہوں۔ قرآن مجید نے "لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ" کہہ کر ایک ایسا معاشی خاکہ پیش کیا جو اجارہ داری، ارتکازِ دولت، اور طبقاتی تفاوت کے خلاف بغاوت کا اعلان ہے۔ اسلام میں دولت نہ صرف ایک وسیلہ ہے بلکہ ایک امانت ہے، جس کی تطہیر اور تزکیہ کے لیے زکوٰۃ، صدقات اور انفاق کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ رسول اکرم

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ذخیرہ اندوزی، سود، دھوکہ دہی، قمار اور ناجائز منافع خوری جیسے اعمال کی سختی سے ممانعت فرما کر شفاف، دیانت دار اور برابری پر مبنی تجارتی نظام کی بنیاد رکھی۔ بیع و شراء میں دیانت، فریقین کے حقوق کا تحفظ، اور مضاربت و شراکت جیسے اصول اسلامی تجارت کو محض نفع کی دوڑ سے نکال کر اخلاقی و فلاحی مقاصد سے جوڑتے ہیں۔ اسلامی ریاست کا تصور صرف انتظامی ڈھانچہ نہیں بلکہ ایک ایسا عادلانہ، شفاف، اور فلاحی نظام ہے جہاں دولت کے حصول کے ذرائع پاکیزہ ہوں، تقسیم منصفانہ ہو، اور محروم طبقات کو عزت و کفالت کے ساتھ زندگی گزارنے کا موقع دیا جائے۔ خلافتِ راشدہ اور عمر بن عبد العزیز جیسے حکمرانوں کے ادوار اس نظام کی زندہ مثالیں ہیں جہاں سماجی انصاف اور معاشی توازن حقیقی معنوں میں قائم ہوا۔ عصر حاضر کی معیشت میں اگر اسلامی اصولوں کو بصیرت، حکمت اور جدید تقاضوں کے مطابق نافذ کیا جائے تو نہ صرف معاشرتی ناہمواریوں کا خاتمہ ممکن ہے بلکہ ایک متوازن، پائیدار اور باوقار معاشرہ تشکیل دیا جاسکتا ہے جہاں سرمایہ خدمت کا ذریعہ ہو، حکمرانی امانت ہو، اور تجارت عبادت بن جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography

[1] Al-Baqarah: 168

[2] Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Nishā pūr: Dār al Khilāfā Al Ilmīya, 1330 AH), 1: 2722

[3] Sayyid Abul Aʿlā Maudūdī, Economic Teachings of Islam (Lahore: Islamic Publications, 1969), 27

[4] Abū Ḥāmid al-Ghazālī, *Iḥyāʾ* ʿUlūm al-Dīn (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1966), 2: 85

[5] Iqbāl, Bang-e-Dara (Lahore: Sheikh Ghulam Ali and Sons, 1944), 215

[6] Muḥammad al-Ghazālī, Islam and the Economic Challenge (Cairo: Dār al-Salām, 1983), 76

[7] Al-Mominoon: 51

[8] Al-Daylamī, ʿAbd al-Raḥmān, Musnad al-Firdaws (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1986), 2: 205

[9] Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, *Ṣaḥīḥ* al-Bukh*ārī* (Cairo: Dār ibn Kathīr, 1407 AH), 3: 272

[10] Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Nishā pūr: Dār al Khilāfā Al Ilmīya, 1330 AH), 1: 2721

[11] Al-Shaʿrāwī, Muḥammad Mitwallī, Maʿa al-*Ḥ*alāl wal-*Ḥ*arām fī al-Islām (Cairo: Dār al-Tawzīʿ, 1981), 143

[12] Al-Nisaa: 29

[13] Al-Baqarah:279

[14] Al-Rāzī, Fakhr al-Dīn, Tafsīr al-Kabīr (Cairo: Dār Iḥyāʾ al-Turāth, 1990), 7: 109

[15] Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ* Muslim (Nishā pūr: Dār al Khilāfā Al Ilmīya, 1330 AH), 1: 1219

[16] Allais, Maurice, Economic Chaos and Financial Markets, (Paris: Editions Economica, 1991), 112

[17] Al Maidah: 90

[18] Al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad, Al-Jāmiʿ li-A*ḥ*kām al-Qurʾān (Cairo: Dār al-Kutub al-Miṣriyya, 1967), 6: 291

[19] Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ* Muslim (Nishā pūr: Dār al Khilāfā Al Ilmīya, 1330 AH), 1: 2733

[20] Al-Nasāʾī, Aḥmad ibn Shuʿayb, Sunan al-Nasāʾī (Beirut: Dār al-Maʿrifa, 1406 AH), 7: 247

[21] Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ* Muslim (Nishā pūr: Dār al Khilāfā Al Ilmīya, 1330 AH), 1: 2736

[22] Ibn Taymiyya, Aḥmad ibn ʿAbd al-Ḥalīm, Majmūʿ al-Fatāwā (Riyadh: King Fahd Complex, 1995), 28: 649

[23] Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid, Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1966), 2: 98

[24] Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā. Jāmiʿ al-Tirmidhī, 3: 535

[25] Ibn al-Qayyim, Muḥammad ibn Abī Bakr. Iʿlām al-Muwaqqiʿīn, 2: 72

[26] Al-Bayhaqī, Aḥmad ibn al-Ḥusayn. Sunan al-Kubrā, 5: 318

[27] Al-Kahaf:79

[28] Al-Ḥākim, Muḥammad ibn ʿAbd Allāh. Al-Mustadrak, 2: 22

[29] Al-Qurʾān, Sūrat al-Ḥashr, 59:7

[30] al-Rāzī, Fakhr al-Dīn, *Tafsīr al-Kabīr* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1990), 29: 175

[31] Ibn Khaldūn, *al-Muqaddimah* (Cairo: Dār al-Fikr, 1387 AH), 2: 113

[32] Al-Qushīrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Nishā pūr: Dār al-Khilāfā al-ʿIlmiyya, 1330 AH), 1: 1606

[33] Ibn Taymiyya, *Majmūʿ al-Fatāwā* (Riyadh: King Fahd Complex, 1421 AH), 28: 93

[34] Al-Qurʾān, Sūrat al-Tawbah, 9:103

[35] al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad, *al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1993), 8: 193

[36] Chapra, M. U., *Islam and the Economic Challenge* (Leicester: Islamic Foundation, 1992), 211

[37] Quṭb, Sayyid, *Fi Ẓilāl al-Qurʾān* (Cairo: Dār al-Shurūq, 1980), 3: 1752

[38] Al-Suyūṭī, Jalāl al-Dīn, *Tārīkh al-Khulafāʾ* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1999), p. 139